اسلام کے عائلی قوانین کے نفاذ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے کردار کا جائزہ

Islamization of Family laws: An Anlaysis of the Role of the Council of Islamic Idealogy

اسماء علی*

Abstract

This paper aims to investigate the recommendations given by the Council of Islamic Ideology, Islamabad to the Parliament throughout different times. The scope of the paper is confined to the recommendations that are relating to personal laws. Fulfilling its Constitutional responsibility, the Council objects the validity of certain laws/clauses with the injunctions of Islam as laid down by the Qur'ān and the Sunnah *where as it recommends the insertion of some other clauses to ensure the compatibility thereofwith the Qur'ān and the* Sunnah. *In order to fulfill the arguments, the work touches upon the fiqh manuals as well.*

Keywords: Council of Islamic Idealogy, Family laws, Islamization of law, The Qur'ān and the *Sunnah*

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور دستور زندگی ہے۔ اسلام نے ہمیں زندگی کے تمام شعبوں کے بارے میں مکمل راہنمائی فراہم کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام جس قدر تیزی سے دنیا میں پھیلا دوسرا کوئی مذہب اس قدر سرعت کے ساتھ نہیں پھیل سکا۔ اسلام کی تعلیمات نہ صرف آخرت میں سکھ اور چین کی راہیں کھولتی ہیں بلکہ دنیا کی زندگی میں بھی سکون، اطمینان اور ترقی کی ضامن ہیں۔ اسلام انسان کو فرائض کے ساتھ ساتھ حقوق بھی دیتا ہے اور انسان کو اجتماعی زندگی میں باہمی مخاصمات سے بچانے کے لیے قوانین بھی فراہم کرتا ہے جو مدنی الطبع انسان کے لیے ناگزیر ہیں۔ قوانین میں نازک اور سب سے اہم عائلی قانون ہے۔ کیونکہ یہ قانون اندرون خانہ کی اصلاح کرتا ہے اور تدبیر منزل کا ضامن ہے۔ ایک کامیاب معاشرے کا تصور افراد کی اصلاح کے بغیر ناممکن ہے اور افراد کا مجموعہ ہی معاشرہ کہلاتا ہے۔ اگر افراد کی عائلی زندگی میں سکون نہ ہو تو ترقی کی شاہراہ

* وزٹنگ لیکچرر شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، (Umemuhammad3@gmail.com)

ویران ہو جاتی ہے۔ اور گھریلو زندگی بھی ظلم اور زیادتی کا شکار رہتی ہے۔ لہذا یہ بات واضح ہے کہ عائلی زندگی کی حد بندی کے لیے کچھ قوانین ناگزیر ہیں۔ اور شارع نے اس ضرورت کا پورا اہتمام فرمایا ہے۔

عبادات کے بعد اسلام کا سب سے اہم شعبہ عائلی قوانین کا ہے۔ عائلی قوانین (Personal Law) دین اسلام کا ایک اہم جز ہے اور مسلمانوں کی شناخت کی ایک واضح علامت بھی۔ اسلام کے عائلی قوانین قرآن و سنت اور فقہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ نکاح، طلاق، خلع، مہر، میراث کے بارے میں اسلام کے تفصیلی احکام موجود ہیں۔ ڈاکٹر گستاؤلی بان[1] اپنی کتاب **تمدن عرب** میں رقم طراز ہیں:

"منکوحہ عورتوں کے قانونی حقوق جو از روئے احکام قرآنی اور کتب فقہ مقرر ہوئے ہیں یورپ کی عورتوں کے حقوق سے بمدارج زیادہ ہیں۔ مسلمان عورت کو نہ صرف فقط مہر ملتا ہے بلکہ اسے اپنی ذاتی املاک پر پورا قبضہ حاصل ہے۔ اور جس وقت اسے طلاق دی جائے تو نان نفقہ ملتا ہے، اور جب بیوہ ہو جائے تو ایک سال تک شوہر کے مال میں سے نفقہ اور ارث میں ایک مخصوص حصہ دیا جاتا ہے۔"[2]

زیر نظر مقالہ میں اسلام کے عائلی قوانین کو بیان کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کے کردار کا جائزہ لیا جائے گا۔ اسلامی نظریاتی کونسل جو کہ ایک آئینی ادارہ ہے۔ اس کے بنانے کا مقصد بھی یہ تھا کہ پاکستان میں کوئی بھی قانون قرآن و سنت کے مخالف نہیں ہونا چاہیے۔ اور اس ادارے کا کام صدر، گورنر یا اسمبلی کی اکثریت کی طرف سے بھیجے جانے والے معاملات کا اسلامی حیثیت سے جائزہ لینا اور رپورٹ پیش کرنا ہے۔، مقالہ ھذا میں اسلامی نظریاتی کونسل کی کوششوں کا ایک مختصر جائزہ پیش کیا جائے گا جو اس نے عائلی قوانین کے نفاذ کے لیے کی ہیں یا کر رہی ہے۔

پاکستان چونکہ ایک نظریاتی مملکت ہے، اس کا وجود اسلام کے نام پر ہی ممکن ہوا۔ قائد اعظم محمد علی جناح نے ایک یورپی صحافی کے سوال کے جواب میں کہا تھا کہ: پاکستان کی بنیاد اس وقت رکھی گئی تھی جب ہندوستان کا

---

(1) ڈاکٹر گستاؤلی بان (Gustave Le Bon) جو ڈاکٹر لی بان کے نام سے مشہور ہیں، ایک فرانسیسی مصنف اور دانشور تھے۔ 1841ء کو فرانس میں پیدا ہوئے۔ اپنی پہلی کتاب "**انسان اور انسانی معاشرتیں، ان کی ابتداء اور تاریخ**" کی تصنیف سے مشہور ہو گئے۔ آپ نے سوشیالوجی اور سیاسیات پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ دیکھیے: Gustave Le Bon Biography- Infos-Art Market, http//www.gustave-le-bon. Com/ (Retrieved March 17, 2018).

(2) لی بان، گستاؤلی، ڈاکٹر، تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، الفیصل ناشران و تاجران کتب، غزنی سٹریٹ اردو بازار، لاہور ص: 237۔

پہلا شہری مسلمان ہوا" پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے 1949ء میں قرارداد مقاصد منظور کی۔ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے پہلے اس قرارداد کو 1956ء کے دستور میں تمہید کے طور پر شامل کیا گیا بعد ازاں 1985ء میں اسے باقاعدہ طور پر دستور کا حصہ بنا دیا گیا۔ پاکستان کا پہلا دستور 1956ء میں بنایا گیا تو قرارداد مقاصد کی روشنی میں یہ بات واضح کی گئی کہ ایسا کوئی قانون وضع نہیں کیا جائے گا جو قرآن و سنت کے منافی ہو اور موجودہ قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالہ جائے گا۔ پاکستان کا دوسرا دستور 1962ء میں بنایا گیا اور اس کے مطابق اسلامی نظریہ کی مشاورتی کونسل کا قیام عمل میں آیا۔ 1973ء کے آئین میں اسلام کو ریاست کا دین قرار دیا گیا اور آرٹیکل 228 پر عمل کرتے ہوئے اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل کی گئی۔

لہذا یہ کہنا درست ہو گا کہ اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئینی ادارہ ہے جس کا بنیادی فرض قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو اپنی سفارشات پیش کرنا ہے۔ یہ کام ملک و ملت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ آرٹیکل 229 کے تحت صدر پاکستان، صوبائی اسمبلی یا گورنر کسی بھی معاملے میں یہ سوال کہ: "آیا کوئی مروجہ قانون احکام اسلام کے منافی ہے یا نہیں" کونسل کو بھیجتے ہیں اور کونسل اس معاملے کا اسلام کی روشنی میں جائزہ لے کر سفارشات بھیجنے کی پابند ہے۔ آرٹیکل 230 میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ کونسل پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں سے ایسے ذرائع اور وسائل کی سفارش کرے گی جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو اپنی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب ملے۔ اور ایسی تدابیر کی سفارش کرے جن سے نافذ العمل قوانین کو اسلامی احکام کے مطاقب بنایا جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل اپنے فرائض منصبی کو سنبھالے ہوئے اپنا کام کر رہی ہے۔ اب تک کونسل کے تقریبا 200 سے زائد اجلاس ہو چکے ہیں جن میں قانونی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی نظاموں کا جائزہ لے کر سفارشات مرتب کی گئیں اور قریبا 90 سے زائد رپورٹس پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو پیش کی گئیں اور بہت سے اہم قوانین کونسل کی سفارش پر نافذ کیے گئے ہیں۔ مثلا قانون شہادت، قانون توہین رسالت، نفاذ شریعت ایکٹ 1991ء اور ترمیمی نکاح نامہ فارم وغیرہ وغیرہ۔ کونسل کی سفارش پر کچھ اہم ادارے تشکیل دیئے گئے ہیں۔ مثلا وزارت مذہبی امور، وفاقی شرعی عدالت، شریعہ اکیڈمی اور بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی وغیرہ وغیرہ۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے جہاں اور بہت سے امور سرانجام دیے ہیں وہاں عائلی قوانین پر بھی خاطر خواہ کام کیا ہے۔ اس سلسلے میں کونسل کا ایک بڑا کارنامہ مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء پر نظر ثانی ہے۔ کونسل نے ان قوانین کی قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح کی ضرورت کو محسوس کیا۔ اور اصلاح کے لیے سفارشات

پیش کی ہیں۔ یہ سفارشات ان کے بارے میں کونسل کا اصولی استدلال اور اراکین کی مفصل آراء اس رپورٹ کا موضوع ہیں۔[3] مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء کے تحت پاکستان میں طلاق کے قوانین بیان ہوئے ہیں لیکن طلاق کے بارے میں تفصیلی قوانین اس آرڈیننس میں نہیں لائے گئے۔ یہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک ترمیمی قانون ہے جس میں پہلے سے موجود دو بڑے قوانین میں ترمیم و اصلاح کی گئی ہے، ان میں سے ایک 1929ء کا صغر سنی کی شادی کی تجدید کا قانون ہے اور دوسرا 1939ء کا تنسیخ نکاح مسلمانان کا قانون ہے۔ برصغیر میں طلاق کے قوانین پر فقہ سے زیادہ برطانوی ججوں کے ذاتی، معاشرتی اور مذہبی تعصبات کا اثر ہے۔ برطانوی ججوں کے قانونی طرز فکر سے مسلم خواتین کے طلاق کے حقوق محدود ہوگئے۔ عورت تنسیخ نکاح کے لیے عدالت میں درخواست بھی دیتی تو قرآن و سنت کے احکام کی بجائے اس پر عدالتی تنسیخ نکاح کا طریق کار لاگو کیا جاتا جس کی رو سے یہ ضروری ہوگیا کہ جج جرح و تفتیش کے ذریعے اپنی پوری تسلی کے بعد ہی خواتین کی درخواست قبول کرے گا۔ البتہ اس اصول کا اطلاق مردوں کی جانب سے دی گئی یکطرفہ طلاق پر نہیں ہوتا تھا۔ نتیجے کے طور پر مسلم خواتین نے عدالتوں میں حاضر ہو کر ارتداد کی بنیاد پر تنسیخ نکاح کا مطالبہ کیا۔ سب سے پہلے علامہ محمد اقبالؒ نے اس پر احتجاج کیا اور مسلمان علماء سے اپیل کی کہ اس مسئلے کا حل نکالیں۔ مولانا مودودیؒ نے حقوق زوجین اور مولانا اشرف علی تھانویؒ نے **الحلیة الناجزة للحلیة العاجزة** اس مسئلے کے حل کے لیے تحریر کیں۔ عورت کو عدالت کے ذریعے تنسیخ نکاح کا حق دلانے کے لیے انہوں نے مالکی فقہ سے مدد لی جس میں خاوند کی بدسلوکی، نان نفقہ کی عدم ادائیگی وغیرہ کی شکایات کی بنا پر بیوی کو عدالت سے رجوع کرنے اور شکایت کا ثبوت فراہم کرنے پر عدالت کی طرف سے نکاح منسوخ کرنے کو جائز قرار دیا۔ 1939ء کا قانون انفساخ نکاح انہی مطالبات، فتاوی اور بحث و تمحیص کے نتیجے میں نافذ ہوا۔ چونکہ اس قانون کا موضوع عدالتی تنسیخ نکاح تھا اس لیے اس میں خلع شامل نہیں تھا تاہم پاکستان کی عدالتوں میں خلع کو اسی قانون کا حصہ سمجھا گیا۔

عرصہ دراز سے مختلف حلقوں کی جانب سے ان قوانین میں اصلاحات کا مطالبہ کیا جارہا تھا۔ ان مطالبات میں مذہبی جماعتیں بھی شامل تھیں قانون دان اور خواتین کے حقوق کی تنظیمیں بھی۔ مختلف عدالتی فیصلے بھی اس خلا کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور ملک میں گھریلو تشدد کے واقعات میں بھی اضافہ ہو رہا تھا۔ گھریلو تشدد کے

---

(3) اکرام الحق یسین، **اسلامی نظریاتی کونسل: ادارہ جاتی پس منظر اور کارکردگی**، (اسلام آباد، اسلامی نظریاتی کونسل، ۲۰۱۶)، ص257۔

واقعات کے تجزیوں میں عموماً اس کی وجہ گھریلو کشیدگیاں، زبردستی کی شادی اور خواتین کے قوانین میں عدم مساوات بیان کی جاتی تھی۔ ان قوانین میں خواتین کے حق طلاق کا خاص طور پر ذکر ہوتا تھا۔ یہ صورت حال عائلی قوانین پر نظر ثانی کی متقاضی تھی۔ لہذا کونسل نے 2005ء میں عائلی قوانین پر نظر ثانی کا کام شروع کیا۔ عائلی قوانین پر غور کرنے کے لیے کونسل نے فیصلہ کیا کہ ان قوانین کا ایک تجزیاتی مطالعہ کیا جائے۔ اس ضمن میں مختلف عدالتوں میں ان کے مقدمات کے فیصلوں میں درج ملاحظات اور سفارشات کو بھی سامنے رکھا جائے۔ اسلامی ممالک میں حالیہ قانون سازی کا مطالعہ بھی کیا جائے اورر ان تمام اعتراضات اور سفارشات پر غور کیا جائے جنہیں مختلف تنظیموں کی طرف سے پیش کیا جاتا رہا ہے۔ ان قوانین پر غوروخوض کے لیے 30 اگست 2006ء میں مندرجہ ذیل ارکان پر مشتمل ایک لاء کمیٹی مقرر کی گئی تھی۔

1. جناب جاوید احمد غامدی (کنوینر)
2. جناب جسٹس ڈاکٹر رشید احمد جالندھری
3. جناب جسٹس (ر) منیر احمد مغل
4. جناب ڈاکٹر منظور احمد
5. جناب جسٹس افضل حیدر
6. جناب ڈاکٹر محسن مظفر نقوی۔

کونسل کی لاء کمیٹی نے مندرجہ ذیل اہم موضوعات کا انتخاب کیا:

1. نکاح نامہ کی اصلاح / نظر ثانی
2. تعدد ازدواج کی شرائط
3. طلاق ثلاثہ کا مسئلہ، معیاری طلاق نامہ کی ترتیب، طلاق دینے کا طریقہ کار
4. بچوں کی حضانت
5. بچپن کی شادی کا مسئلہ
6. فسخ نکاح اور خلع کے مسائل
7. نفقہ کے مسائل
8. عدت کے دوران نان نفقہ کا مسئلہ
9. بیوہ کا مسائل

10. یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ
11. کلالہ کی میراث کا مسئلہ
12. عول کا طریقہ
13. رد کا طریقہ۔

لاء کمیٹی نے دو سال میں ان مسائل پر غور وخوض کے بعد اپنی سفارشات مرتب کیں۔ یہ سفارشات کونسل کے مختلف اجلاسوں میں منظوری کے لیے پیش کی جاتی رہیں۔ ان میں مندرجہ ذیل اتفاق رائے یا کثرت رائے سے منظور کی گئیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

1. مسلم عائلی قوانین 1961ء دفعہ 6 (تعدد ازدواج)[4]

کونسل کی رائے میں تعدد ازدواج کے موجودہ قانون کے تحت بیان کردہ شرائط میں کوئی چیز قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہے۔[5]

2. مسلم عائلی قوانین 1961ء، دفعہ 7 (طلاق)[6] میں اضافے کی سفارش

الف-بیوی کا حق طلاق

کونسل نے سفارش کی کہ یہ قانون بنا دیا جائے کہ بیوی اگر کبھی تحریر طور پر طلاق کا مطالبہ کرے گی، تو شوہر 90 دن کے اندر اسے طلاق دینے کا پابند ہو گا۔ وہ اگر ایسا نہیں کرے گا تو یہ مدت گزر جانے کے بعد طلاق واقع ہو جائے گی۔ الا یہ کہ بیوی اپنا مطالبہ واپس لے لے۔ اس کے بعد شوہر کے لیے رجوع کا حق نہیں ہو گا اور بیوی پابند ہو گی کہ مہر اور نان نفقہ کے علاوہ اگر کوئی اموال و املاک شوہر نے دے رکھی ہیں اور اس موقع پر واپس لینا چاہتا ہے، تو فصل نزاع کے لیے عدالت سے رجوع کرے یا اس کا مال اسے واپس کر دے۔[7]

(4) دیکھیے: انعام الحق میاں، **مسلم عائلی قوانین**، (لاہور: منصور بک ہاؤس، س۔ن)، ص 11۔
(5) **سالانہ رپورٹ 2008ء-2009ء**، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 168۔
(6) **مسلم عائلی قوانین**، ص 13، 14۔
(7) **سالانہ رپورٹ 2008ء-2009ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 170۔

کونسل کی پیش کردہ سفارشات میں مندرجہ ذیل سوالات زیرِ غور رہے: کیاخاوند کی طرح بیوی کو بھی طلاق کا حق حاصل ہے؟ اگر بیوی طلاق چاہتی ہے تو طلاق کا مطالبہ کس سے کرے۔ خاوند سے یا عدالت سے؟ کیا یہ مطالبہ تحریری ہونا ضروری ہے؟ کیا اس مطالبے کے جواب کے لیے کوئی مدت مقرر کی جاسکتی ہے؟ کیا اس مدت کے گزرنے پر طلاق موثر ہوگی؟ کیسے؟ کیا خاوند کی رضامندی ضروری ہے؟ کیا خاوند کو رجوع کا حق ہے؟ کیا بیوی کا مطالبہ طلاق خلع ہے؟ کیا بیوی کی طرف سے زر خلع کی پیش کش لازمی ہے؟ کیا خلع کے لیے عدالت سے رجوع ضروری ہے؟

عورت کے حق طلاق کا مسئلہ بے حد پیچیدہ ہے۔ قرآن کریم میں نکاح کے معاہدے کو حدود اللہ کے قیام کی شرط سے وابستہ کیا ہے اور اس معاہدے کو ختم کرنے کی اجازت صرف اس صورت میں دی ہے ۔جب دونوں فریق اس بات سے ڈرتے ہوں کہ اللہ کی حدود قائم نہ رکھ سکیں گے۔ فرمانِ ربی ہے:

﴿فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا﴾[8]

پاکستان کے عائلی قوانین میں معاہدہ نکاح کے خاتمے کے لیے عام طور پر طلاق کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے قرآن کریم میں معاہدہ نکاح کے خاتمے کے لیے طلاق کے علاوہ تفریق فَارِقُوهُنَّ[9]، اور تسریح سَرِّحُوهُنَّ[10] کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اسی طرح فقہا نے بھی عقد زوجیت سے باہر آنے کی مختلف صورتیں بیان کی ہیں۔

انحلال الزّواج هو انهاءه باختيار الزوج أو بحكم القاضي، والفرقة هي انحلال رابطة الزواج وانقطاع العلاقة بين الزّوجين بسبب من الأسباب[11]

یعنی عقد زوجیت ختم ہونے سے مراد یہ ہے کہ شادی کا معاہدہ شوہر کی مرضی یا قاضی کے فیصلے کی بنیاد پر انتہا تک پہنچے یعنی فسخ یا طلاق۔

---

(8) البقرۃ،۲۲۹۔

(9) الطلاق،۲۔

(10) البقرۃ،۲۳۱۔

(11) وھبہ زحیلی،الفقه الإسلامي وأدلّته،(دمشق: دار الفکر،۱۹۸۹)،۷:۳۴۷۔

فقہ اسلامی میں معاہدہ نکاح کے خاتمے کی ایک قانونی شکل خلع ہے۔ عورت کے اس حق خلع کے بارے میں علامہ زحیلی نے فقہاء کی آراء میں اختلاف کی تفصیل اس طرح دی ہے: فقہ حنفی میں خلع کے حوالے سے کافی ابہام پایا جاتا ہے۔ ہدایۃ میں تو خلع کو معاہدہ قرار دیا گیا ہے لیکن الدر المختار، فتاوی ہندیۃ اور فتاوی قاضی خان میں معاہدہ کی بجائے عورت کی طرف سے بدل مال کے عوض اسقاط عقد کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے مطابق خلع مرد کے حوالے سے ایک مشروط معاہدہ ہے اور عورت کے حوالے سے بدل مال ہے۔[(12)]

کونسل نے تحقیقی ابحاث کی روشنی میں یہ سفارش کی ہے کہ دور حاضر میں قرآن و سنت کی منشا بھی یہی ہے کہ عورت کو بھی طلاق کا اسی طرح حق ہونا چاہیے جس طرح مرد کو یہ حق حاصل ہے۔ ایسی صورت میں اگر عورت طلاق کا مطالبہ کرتی ہے تو وہ خلع کے طور پر نہیں بلکہ اس اعتبار سے کہ وہ بھی مساوی طور پر طلاق لینے کا حق رکھتی ہے۔ تاہم کونسل نے اس فیصلے میں عورت کی طرف سے طلاق دینے کا لفظ استعمال کرنے کی بجائے طلاق کا مطالبہ کرنے کا لفظ استعمال کیا ہے جو موجودہ فقہی فہم کے نزدیک تر ہے۔

پاکستان کے عائلی قوانین ۱۹۶۱ء میں دفعات ۷ اور ۸ کا موضوع طلاق اور عدالتی تنسیخ نکاح ہے۔[(13)] طلاق اور عدالتی تنسیخ کو الگ الگ دفعات میں ضرور درج کیا گیا ہے لیکن ان میں فرق کی وضاحت نہیں کی گئی۔ دفعہ ۸ میں تنسیخ نکاح کی صرف دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک تفویض طلاق یعنی جب بیوی کو طلاق کا حق تفویض کیا گیا ہو اور وہ اس کو استعمال کرتے ہوئے تنسیخ نکاح کا دعوی کرے۔ اور دوسرا جب خاوند یا بیوی میں سے کوئی طلاق کے علاوہ کسی اور طریقے سے تنسیخ نکاح چاہتے ہوں تو دفعہ ۷ کے احکامات مناسب ردوبدل سے اطلاق پذیر ہوں گے۔[(14)] اس دفعہ میں طلاق کے علاوہ دوسرے طریقوں کی تفصیل نہیں دی گئی۔ کونسل نے سفارش کی ہے کہ عائلی قوانین میں طلاق کی مختلف اقسام (طلاق، تفویض طلاق، خیار بلوغ[(15)]، خیار عیب[(16)]، خلع، فسخ اور تنسیخ نکاح) کو واضح کیا جائے اور ان کا عدالتی طریقِ کار متعین کیا جائے۔

---

(12)- ایضا، ۷: ۳۵۱۔
(13) دیکھیے: **مسلم عائلی قوانین**، ص ۱۳-۱۸۔
(14) **مسلم عائلی قوانین**، ص ۱۸.
(15) رخصتی سے پہلے تنسیخ نکاح کا حق، اسے خیار بلوغ کہتے ہیں۔
(16) شوہر نامرد ہو جائے یا ذہنی توازن کھو بیٹھے یا شدید مرض میں مبتلا ہو جائے۔

کونسل کی یہ سفارش کہ ۹۰ روز مفاہمت کا وقت ہے قرآن کا حکم بھی یہ ہے کہ بیویوں کو تذبذب میں (معلق) نہ رکھو۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَإِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمَا أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنَ الْكِتَابِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾(17)

ٹکا کر رکھنا جاہلیت کا طریقہ ہے اسلام اس کی مذمت کرتا ہے۔ کونسل نے بیوی کے مطالبہ طلاق پر بھی اسی مدت کی سفارش کی ہے کہنا یہ ہے کہ اگر اس مدت میں شوہر کوئی قدم نہیں اٹھاتا تو اس کا صاف اور سیدھا مطلب یہی ہے کہ اسے عورت کے مطالبے پر کوئی اعتراض نہیں۔ اس مقصد کے لیے کونسل نے قانون میں مندرجہ ذیل ترمیم کی سفارش کی ہے۔

Family Laws Ordinance, 1961(7) after Section 7, the following new section 7- A shall be added:

Section 7-A. Where a wife demands talaq from her husband she may serve a notice upon him setting out the grounds and reasons for her demands of talaq. A copy of that notice shall be served upon Chairman union council. A period of ninety days may be given to the parties for reconciliation, during which period if the wife does not withdraw her demand or the husband remains silent and does not respond, the talaq shall become effective from the date of the expiry of ninety days and the Chairman shall issue a certificate to that effect. However, in case of dispute, the parties shall approach the court for settlement of dues arising from the divorce.[18]

---

(17) البقرۃ،۲۳۱۔

(18) مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء نظر ثانی اور سفارشات، ص ۵۵۔

مصالحتی کونسل کی تشکیل کا مقصد فریقین کے مابین مصالحت کی کوشش کرنا ہے۔ مسلم عائلی قوانین 1961ء کے تحت یہ طے پایا کہ مصالحت کی کوششیں ناکام ہونے کی صورت میں نوٹس کے وصول ہونے کے 90 دن کے بعد خود بخود طلاق واقع ہو جائے گی۔

ب-عدت کی مدت

کونسل نے تجویز کیا کہ متنازعہ صورت حال میں طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت کی مدت مقرر کی جا سکتی ہے۔[19]

لفظ عدت عد یعد سے ماخوذ ہے جس مطلب ہے شمار کرنا۔ اصطلاح میں اس سے مراد وہ دورانیہ ہے جو خاوند کی موت یا طلاق کی صورت میں عورت کے لیے مقرر کیا گیا ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات میں عدت کی مختلف صورتوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اصل مقصد مرد کو اولاد کے سلسلے میں ذمہ دار بنانا اور نسب کے مسئلے میں ہر قسم کے ابہام کو دور کرنا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ لَا تَدْرِي لَعَلَّ اللَّهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَلِكَ أَمْرًا﴾[20]

تمام فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن سنت کی روشنی میں عدت کے دوران بیوی کی رہائش، نان نفقہ اور دیگر اخراجات کی ذمہ داری شوہر پر ہے۔ البتہ عدت پوری ہونے کے بعد شوہر پر سے یہ ذمہ داری ساقط ہو جاتی ہے۔ طلاق رجعی یا طلاق بائن کی صورت میں عدت تین حیض ہو گی۔ جیسا کہ اس آیت مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے:

﴿وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللَّهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ إِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَبُعُولَتُهُنَّ أَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِي ذَلِكَ إِنْ أَرَادُوا إِصْلَاحًا﴾[21]

(19) سالانہ رپارٹ 2006ء–2007ء اسلامی نظریاتی مونسل اسلام آباد، ص 264۔

(20) الطلاق، ا۔

(21) البقرۃ، ۲۲۸۔

اس آیت میں عدت کا مقصد واضح کیا گیا ہے کہ ان کے رحم میں اگر اللہ نے کچھ تخلیق کیا ہے تو وہ واضح ہو جائے۔ بیوہ کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾[22]

حیض کی مدت گزر جانے کی صورت میں عدت کی مدت تین ماہ ہے اور حمل کی صورت میں عدو ضع حمل تک ہے وہ ایک دن بھی ہو سکتی ہے اور کئی ماہ بھی۔

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَن يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا﴾[23]

اگر نکاح ہوا اور ہور خصتی نہ ہوئی ہو تو عدت کو ضروری قرار نہیں دیا گیا کیونکہ عدت کا مقصد ہی نسب کی حفاظت ہے۔ ایسی صورت میں جہاں فریقین میں نزاع ہو جائے وہاں فقہا نے قاضی کو اختیار دیا ہے کہ طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت مقرر کرے۔ لہذا کونسل نے بھی علم طب سے مدد لینے کی سفارش کی ہے۔

مسلم عائلی قوانین 1961ء، دفعہ 8 (طلاق کے علاوہ کسی اور طریق سے نکاح کی تنسیخ)[24] وضاحت کے اضافے کی سفارش

الف۔ خلع کی قانونی حیثیت

کونسل کی رائے میں خلع سے متعلق موجودہ قانون میں کوئی چیز قرآن و سنت کے خلاف نہیں، اتنی بات واضح رہنی چاہیے کہ کوئی عدالت اگر میاں بیوی میں علیحدگی کا فیصلہ دیتی ہے تو اسے خلع کی بجائے فسخ نکاح سے تعبیر کیا جائے۔[25] عائلی قوانین میں خلع اور فسخ نکاح کا فرق واضح کرنے کے لیے کونسل یہ تجویز کرتی ہے کہ دفعہ 8 کے تحت مندرجہ ذیل وضاحت کا اضافہ کر دیا جائے۔ بیوی کے مطالبہ طلاق پر عدالت شوہر کو طلاق دینے

---

(22) البقرۃ، ۲۳۴۔

(23) الطلاق، ۴۔

(24) دیکھیے: **مسلم عائلی قوانین**، ص ۱۸۔

(25) **سالانہ رپورٹ 2007ء–2008ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 84۔

کے لیے کہے اور وہ طلاق دے دے تو یہ خلع ہے، لیکن شوہر طلاق نہ دے یا عدالت میں حاضر نہ ہو یا مفقود الخبر ہو جائے اور عدالت یکطرفہ کاروائی کے ذریعے سے نکاح ختم کردے تو یہ فسخ نکاح ہوگا۔[26]

عورت کو مرد سے جدائی اور نکاح ختم کرنے کے مطالبے کے حق کو فقہی اصطلاح میں خلع کہا جاتا ہے۔ گویا خلع ایک قسم کی طلاق ہے، لیکن اس میں مرد کے اختیارات کی بجائے عورت کا مطالبہ پایا جاتا ہے۔[27] خلع کی صورت میں عورت اپنا مہر شوہر کو واپس کرے گی یعنی حق مہر کے بدلے میں عقد نکاح سے آزاد ہوگی۔ حق مہر وہ رقم ہے جو عورت کو شادی کے عوض دی جاتی ہے۔ مگر عائلی قوانین کے مطابق خلع کی صورت میں بیوی کے لیے لازم ہے کہ شوہر کو وہ رقم لوٹا دے جو شادی کے موقع پر اس نے دی تھی یا اگر خلع کے وقت تک وہ رقم ادا نہیں کی جو نکاح کے وقت طے کی تھی اسے شوہر کے حق میں چھوڑ دے۔ تاہم تمام فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیوی اگر حق مہر ادا نہ بھی کرے تو بھی خلع باطل نہیں ہوتا۔ اس ضمن میں کونسل نے سفارش کی ہے کہ اس قانون میں مجوزہ ترمیم یوں کی جائے کہ خلع کی صورت میں حق مہر کی بجائے تحائف اور فوائد کے الفاظ استعمال کیے جائیں۔ قرآن کریم میں اس ضمن میں مندرجہ ذیل آیت آئی ہے:

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَأْخُذُوا مِمَّا آتَيْتُمُوهُنَّ شَيْئًا إِلَّا أَنْ يَخَافَا أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَإِنْ خِفْتُمْ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ اللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ فَلَا تَعْتَدُوهَا وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾[28]

ب۔ مسلم عائلی قوانین 1961ء کے تحت وضع کردہ قاعدہ نمبر 8 کے تحت نکاح نامہ فارم میں ترمیم کی تجویز

کونسل نے سفارش کی کہ نکاح کا معاہدہ کرتے وقت کوئی فریق ایسی بات پوشیدہ نہ رکھے جس کے افشاء ہونے پر ازدواجی زندگی تباہ ہو جائے۔ اس اصولی فیصلے کے مطابق نکاح نامہ کے کالم نمبر 5 (آیا دلہن کنواری ہے یا بیوہ ہے یا مطلقہ ہے) پر حسب ذیل اضافے کے لیے سفارش کی: "بیوہ یا مطلقہ ہونے کی صورت میں سابقہ / مرحوم خاوند / خاوندوں سے بچوں کی تعداد کتنی ہے؟" اور دلہا سے متعلق کالم نمبر 21 میں ایک نئی شق کا اضافہ

---

(26) **سالانہ رپورٹ 2008ء–2009ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 167۔
(27) خالد علوی، **اسلام کا معاشرتی نظام**، (لاہور: المکتبہ العلمیہ، 1998ء)، ص 166۔
(28) البقرۃ، ۲۲۹۔

کیا جائے۔"(الف) آیا دلہا طلاق دہندہ / طلاق یافتہ یا رنڈوہ ہے، اگر جواب ہاں میں ہے تو سابقہ / مرحوم بیوی / بیویوں سے بچوں کی تعداد کتنی ہے؟ مزید برآں کالم نمبر 21 میں پہلے سے موجود عبارت کو شق ب شمار کیا جائے۔"[29]

ج۔ مسلم عائلی قوانین 1961ء کے تحت وضع کردہ قاعدہ نمبر 8(الف) کے تحت نکاح نامہ کے طرز پر طلاق نامہ فارم کی تجویز

طلاق کی رجسٹریشن: کونسل نے سفارش کی کہ طلاق کی رجسٹریشن کے نظام کو مؤثر بنایا جائے اور اسکی رجسٹریشن بھی اسی طرح ہونی چاہیے، جس طرح نکاح کی رجسٹریشن ہوتی ہے اور رجسٹریشن کے لیے کونسل کا منظور کردہ طلاق نامہ استعمال کیا جائے۔[30] اسلام میں تحریری طلاق لازمی نہیں ہے لیکن کسی جھگڑے کی صورت میں یہ بہت مفید ہے۔ عقد نکاح زبانی طور پر بھی ختم ہو جاتا ہے تاہم تحریر میں لانا بہتر ہے۔ اس بارے میں فقہاء کا موقف یہ ہے کہ تحریر طلاق ہو جاتی ہے البتہ تحریر واضح ہونی چاہیے۔ اگر تحریر بیوی کے نام ہو تو طلاق صریح کے حکم میں ہے بغیر نیت کے بھی واقع ہو جاتی ہے۔ اور اگر بیوی کے نام نہ ہو تو طلاق کنایہ کے حکم میں ہے، نیت کے بغیر واقع نہیں ہوتی۔[31]

طلاق کے موثر ہونے کے لیے تحریری طلاق نامہ زبانی طلاق کا ثبوت ہوتا ہے۔ اسے قاضی، عورت کے باپ یا دیگر گواہوں کی موجودگی میں قانونی بنایا جاسکتا ہے۔ لیکن زبانی طلاق میں مہر اور نفقہ کے سلسلے میں اطلاع ضروری ہے۔ نکاح اور طلاق دونوں زبانی طور پر ہو جاتے ہیں لیکن رجسٹریشن فریقین کو بہت سے ممکنہ تنازعات سے بچا لیتی ہے۔ طلاق کی رجسٹریشن کا کوئی مؤثر نظام پاکستان میں نہیں تاہم مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷(۱، ۲) کے تحت خاوند طلاق دینے کے فوراً بعد اس کی اطلاع یونین کونسل کو کرتا ہے جس میں مصالحتی کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے۔ ۹۰ روز کے بعد مصالحت ناکام ہونے پر فریقین کو مؤثر طلاق کا سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے۔ یہی طریقہ کار عدالتی طلاق کا بھی ہے۔ طلاق کی رجسٹریشن نہ ہونے کے باعث بہت سارے ممکنہ تنازعات

---

(29) **سالانہ رپورٹ 2004ء–2005ء** اسلامی نظریا کونسل اسلام آباد، ص260، بحوالہ پنجاب اسمبلی نوٹ نمبر بی اے پی / لیجس- 4(81)/2003ء، مورخہ 05-04-26۔

(30) **سالانہ رپورٹ 2008ء–2009ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص170۔

(31) وھبہ زحیلی، **الفقه الإسلامي وأدلته**،7:382-383۔

کو بحسن و خوبی نمٹانے کے لیے کونسل نے طلاق نامے کے فارم کی سفارش کی ہے اور یہ تجویز دی ہے کہ ایک معیاری طلاق نامہ مرتب کیا جائے جس سے اس کی رجسٹریشن لازمی ہو جائے گی۔

4۔ مسلم عائلی قوانین 1961ء دفعہ 9 (نان نفقہ)[32] میں اضافے اور وضاحت کی سفارش

مطلقہ کا حق متاع: کونسل نے سفارش کی کہ طلاق کے موثر ہو جانے کے بعد مطلقہ عورتیں اگر چاہیں تو عدالت شوہر کے معاشی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے قرآن کے مطابق عطا کردہ حق متاع کی مقدار متعین کرنے کا حکم صادر کر سکتی ہے، جو یکمشت بھی ہو سکتی ہے اور ماہ بہ ماہ بھی، جب تک مطلقہ عورت کی اگلی شادی نہ ہو جائے۔[33] متاع مطلقہ عورت کا حق ہے خالق کائنات نے حق متاع کو واجب قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ مَا لَمْ تَمَسُّوهُنَّ أَوْ تَفْرِضُوا لَهُنَّ فَرِيضَةً وَمَتِّعُوهُنَّ عَلَى الْمُوسِعِ قَدَرُهُ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهُ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ﴾[34]

آیت مبارکہ میں وَمَتِّعُوهُنَّ (اور متاع دو انہیں) امر کا صیغہ استعمال ہوا ہے اور امر واجب ہوتا ہے لہذا متعلقہ عورتوں کو متاع دینا واجب ہے۔ اس کی ایک اور دلیل سورۃ احزاب میں بھی موجود ہے فرمان الٰہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّونَهَا فَمَتِّعُوهُنَّ وَسَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا﴾[35]

اسی طرح ایک اور آیت مبارکہ میں یوں بیان ہوتا ہے:

﴿وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾[36]

---

(32) دیکھیے: **مسلم عائلی قوانین**، ص ۲۰۔

(33) **سالانہ رپورٹ 2008ء–2009ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 168۔

(34) البقرۃ، 236۔

(35) الاحزاب، ۴۹۔

(36) البقرۃ، ۲۴۱۔

اسی طرح احادیث مبارکہ سے بھی پتا چلتا ہے کہ مطلقہ کے لیے متاع لازمی ہے۔ مثلا:

مَالِكٌ، عَنْ نَافِعٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ؛ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ: لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ مُتْعَةٌ(37)

وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّهُ قَالَ: لِكُلِّ مُطَلَّقَةٍ مُتْعَةٌ، قَالَ مَالِكٌ: وَبَلَغَنِي عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ مِثْلُ ذَلِكَ قَالَ مَالِكٌ: لَيْسَ لِلْمُتْعَةِ عِنْدَنَا حَدٌّ مَعْرُوفٌ فِي قَلِيلِهَا وَلَا كَثِيرِهَا(38)

مندرجہ آیات اور احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ ہر مطلقہ عورت کے لیے متاع واجب ہے، اویک قول اس معاملے میں یہ ہے کہ صرف ان عورتوں کے لیے متاع ہے جن سے ازدواجی تعلق قائم کیا گیا ہو جبکہ ان عورتوں کے لیے واجب نہیں ہے جن سے یہ تعلق قائم نہ کیا گیا ہو، اسی طرح ایک قول یہ بھی ہے کہ متاع کا یہ حکم تمام مطلقہ عورتوں کے لیے مستحب ہے واجب نہیں، اور متاع سے مراد نان نفقہ ہے(39) کونسل نے اپنی سفارشات میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ مطلقہ عورتوں کے لیے عدالت متاع حیات تجویز کرے۔ مسلم عائلی قوانین 1961ء میں مطلقہ عورتوں کے لیے عدت کے دوران تک نان نفقہکی گنجائش رکھی گئی ہے۔ اور کونسل نے اس میں ترمیم کی سفارش کی ہے اور متاع کو نان نفقہ اور مہر سے الگ کر کے یہ تجویز پیش کی ہے کہ مطلقہ کی دوبارہ شادی ہونے تک اسے متاع دینا چاہیے۔

اسلامی نظریاتی کونسل کو لاء کمیشن پاکستان کی طرف سے مطلقہ کے لیے خاوند کی طرف سے متاع کی موجودہ حالات میں وسعت، مقدار اور حیثیت وغیرہ پر غور کرنے کے لیے ایک مراسلہ 20 دسمبر 1993ء کو بھیجا گیا کونسل نے اس مسئلے پر کئی بار غور کیا۔(40) کونس نے یہ مسئلہ مزید غور کے لیے معیشت کمیٹی کے حوالے کیا۔ کمیٹی نے اس مسئلہ پر غور کے بعد اپنی رپورٹ کونسل کو پیش کر دی۔ کونسل نے اپنے 134 ویں اجلاس منعقدہ ۲۴ تا ۲۶ نومبر ۱۹۹۸ء میں معیشت کمیٹی کی رپورٹ پر غور کرنے کے بعد حسب ذیل فیصلہ کیا: متعۃ الطلاق سے مراد اگر مطلقہ کے تاحیات نان ونفقہ کی ذمہ داری ہے، تو اس سلسلے میں شریعت کا موقف بڑا واضح

---

(37) مالک بن انس، الموطا، (ابوظبی، موسسۃ زاید بن سلطان آل نھیان للاعمال الخیریۃ والانسانیۃ، 2004ء، تحقیق: محمد مصطفی الاعظمی)، 825:4، رقم الحدیث: 2121۔

(38) مالک بن انس، الموطا، (بیروت: احیاء التراث العربی، ۱۹۸۵ء، تحقیق: محمد فواد عبد الباقی)، ۲:۵۷۳، رقم الحدیث: ۴۶۔

(39) دیکھیے: محمد صدیق خان بن حسن، حسن الأسوة بما ثبت من الله ورسوله في النسوة، (بیروت: مؤسسہ الرسالہ، ۱۹۸۱ء، ص ۵۰-۵۴۔

(40) دیکھیے: سالانہ رپورٹس 1997ء–1998ء اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد۔

ہے کہ شوہر طلاق کے بعد مطلقہ کے نان ونفقہ اور رہائش کا ذمہ دار صرف مدت عدت تک ہے۔ عدت کے بعد یہ ذمہ داری اس عورت کے قرابت داروں کی طرف منتقل ہو جاتی ہے، لہذا ایسی کوئی تجویز، جس کی رو سے کسی سابق سوہر کو عدت کے بعد مطلقہ کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ٹھہرایا جانا مطلوب ہو، اسلامی شریعت سے متعارض ہو گی۔ اگر مطلقہ بے وسیلہ اور بے سہارا ہو تو شریعت کے مطابق اس کے قرابت دار شرعی ترتیب سے اس کے نان و نفقہ کے ذمہ دار ہوں گے، جس کی تفصیل اسلامی فقہ میں باب النفقات میں بیان کی گئی ہے اور کونسل اپنے ایک سابق اجلاس میں اس کے لیے ایک آرڈیننس "نفقہ برائے نادار اقرباء" کا مسودہ منظور کر چکی ہے۔ اور اگر وہ بھی اس کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو شریعت کے مطابق بیت المال اس کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہو گا۔[41]

5۔ مسلمان شادیوں کی تنسیخ کا قانون 1939ء، دفعہ 2(1)[42] میں ترمیم کی سفارش

مفقود الخبر خاوند کی بیوی: کونسل نے سفارش کی کہ بغرض طلاق مفقود الخبر خاوند کے لاپتہ رہنے کی مدت دو سال مقرر ہے، چنانچہ مفقود الخبر خاوند کی بیوی دو سال انتظار کے بعد عدالت سے بغرض طلاق رجوع کر سکتی ہے۔ اس سفارش کی روشنی میں متعلقہ دفعہ کو حسب ذیل الفاظ میں ڈرافٹ کیا جائے:

> **Section 2 (1): Groups for decree for dissolution of marriage**. A woman married under Muslim law shall be entitled to obtain a decree for the dissolution of her marriage on anyone or more of the following groups, namely: that the whereabouts of the husband have not been known for a period of two years.[43]

یہ قانون برطانوی مجلس قانون سازنے پاس کیا اور گورنر جنرل نے 17 مارچ 1939ء کو منظوری دی۔ اس قانون میں ان تمام وجوہات کو جمع کیا گیا جن کی بنیاد پر عورت فسخ نکاح کی ڈگری حاصل کر سکتی ہے۔ جس میں ایک وجہ شوہر کا لاپتہ ہونا ہے۔

6۔ عائلی عدالتوں کا قانون مجریہ 1964ء، دفعہ 10(4) میں اضافے کی سفارش

---

(41) **سالانہ رپورٹس 1997ء–1998ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص ص 65-66۔

(42) **مسلم عائلی قوانین**، ص ۲۵۔

(43) **سالانہ رپورٹ 2008ء–2009ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 167۔

کونسل نے سفارش کی کہ مہر عورت کا حق ہے، اسے کسی حالت میں بھی چھوڑا نہیں جا سکتا۔ تاہم عدالت اگر چاہے تو تحائف اور فوائد کے سلسلے میں مصالحت کرا سکتی ہے۔ نیز عائلی عدالتوں کے قانون مجریہ 1964ء کی دفعہ 10 ذیلی دفعہ 4 میں لفظ حق مہر کو شادی کے عوض دیے گئے تحائف اور فوائد سے تبدیل کر کے حسب ذیل الفاظ میں قانون کا حصہ بنایا جائے:

10. Pre-trial proceeding.

(4) If no compromise or reconciliation is possible the Court shall frame the issues in the case and fix a date for the recording of the evidence.

Provided that notwithstanding any decision or judgment or any Court of tribunal, the family Court in a suit for dissolution of marriage, if reconciliation fails, shall pass decree for dissolution of marriage forthwith and also restore the husband the gifts and benefits received by the wife in consideration of marriage at the time of marriage.[44]

7۔ گارڈین اینڈ وارڈ ایکٹ 1890ء، دفعات 19 (ب) اور 41 (ج) میں ترمیم کی سفارش

کونسل کی لاء کمیٹی نے ایک سوالنامہ مرتب کیا جس میں موضوع بچوں کی حضانت تھا۔ کونسل کے 171 ویں اجلاس میں اس مسئلہ پر غور و خوض کیا گیا۔ کونسل نے ہدایت کی کہ حضانت کے شرعی و فقہی پہلو پر مشتمل ریسرچ نوٹ کے ساتھ یہ مسئلہ اگلے اجلاس میں پیش کیا جائے۔ اگلے اجلاس میں بحث و تمحیص کے بعد کونسل نے فیصلہ کیا کہ اس موضوع پر شعبہ لاء میں سفارش کا ڈرافٹ تیار کیا جائے۔ یہ ڈرافٹ اراکین کونسل کی توثیق کے بعد روداد میں شامل کر لی جائے گی۔ اس فیصلے کی روشنی میں ڈرافٹ تیار کر کے توثیق کے لیے ارکان کی خدمت میں ارسال کیا گیا۔ توثیق کے بعد اسے روداد میں شامل کیا گیا۔[45]

ماں کا حق حضانت: کونسل نے سفارش کی کہ بچوں کی حضانت کے حوالے سے جہاں قانون کے تحت باپ کو یہ مطلق حق دیا گیا ہے کہ وہ بچے یا اس کی جائیداد کا ولی بن سکتا ہے وہیں ماں کے حق حضانت کو بھی مطلق بنا دیا

---

(44) سالانہ رپورٹ ۲۰۰۸ء–۲۰۰۹ء اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص ۱۷۹۔

(45) سالانہ رپورٹ ۲۰۰۸ء–۲۰۰۹ء اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص ۷۹۔

جائے جو شریعت کا عین تقاضا ہے۔ اس سلسلے میں گارڈین اینڈ وارڈ ایکٹ مجریہ 1890ء کی دفعات 19(ب) اور 41(ج) میں ترامیم کی جائیں۔[46] اسلامی نظریاتی کونسل کی یہ سفارشات جو مسلم عائلی قوانین 1961ء پر نظر ثانی کے بعد پیش کی گئیں، ان کے بارے میں ہر مکتب فکر کے علما نے شدید احتجاج کیا اور انہیں شریعت میں کھلم کھلا تحریف قرار دیا۔ ڈاکٹر سرفراز نعیمی کا کہنا ہے کہ اسلام نے خانگی زندگی گزارنے اور زوجین کے باہمی تعلقات کو قائم رکھنے میں شوہر کو طلاق کا حق دیا ہے۔ لیکن نظریاتی کونسل کی یہ سفارش کہ شوہر کو بیوی کے طلاق طلب کرنے کے 90 روز بعد طلاق دینے کا پابند کیا جائے ورنہ عدالت خود بخود فیصلہ کر دے گی، یہ اختیار نہ بیوی کو حاصل ہے اور نہ نام نہاد جج یا قاضی کو، زوجین میں محبت و الفت اور بچوں کے مستقبل کے تحفظ میں عدالت کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے نہ یہ کہ خاندان کو توڑنے میں قاضی خود حریف بن جائے۔ جس طرح یورپ کے اندر معاشی اعتبار سے خاندانوں کو دولخت کر دیا گیا وہی کچھ مغرب پاکستان میں کرانا چاہتا ہے۔ یہ ذمہ داری پاکستان کے تمام علماکرام پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلامی احکامات کے تحفظ میں اپنا کردار ادا کریں۔[47]

مفتی منیب الرحمن سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں کہا کہ یہ اسلامی نظریاتی کونسل کا ازخود فیصلہ و سفارش ہے۔ شریعت کا اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے، قرآن کا قانون بالکل واضح ہے کہ زوجین ازدواجی زندگی ایک ساتھ نہیں گزار سکتے تو اس صورت میں اگر عورت طلاق کا مطالبہ کرے تو شریعت نے اسے اجازت دی ہے کہ وہ مہر چھوڑ دے۔ اس صورت میں بھی مرد کی رضامندی سے عورت کو طلاق ملے گی بصورت دیگر وہ عدالت سے رجوع کرے گی۔ اب جو فیصلہ سامنے آیا ہے، وہ ازخود عورت کو طلاق کا حق دے رہا ہے، گویا اگر شوہر نے طلاق دینے میں 90 روز سے زاید دن لگائے تو یہ طلاق ازخود واقع ہو جائے گی۔ اس بارے میں دنیا میں کوئی قانون نہیں۔ شریعت مطہرہ تو دور کی بات ہے، خود مغربی قوانین میں بھی طلاق کے حصول کا ایک بڑا نظام ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اسلام تو دور کی بات مغربی نظام کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے، اس کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے۔[48]

(46) **سالانہ رپورٹ 2008ء–2009ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 172۔

(47) روزنامہ امت کراچی، 17 نومبر 2008ء، ص 3۔

(48) **مسلم عائلی قوانین آرڈیننس 1961ء** (نظر ثانی اور سفارشات)، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، 2009ء، ص 151۔

مولانا عبد المالک سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا یہ مطالبہ سراسر غیر اسلامی ہے، اس لیے کہ طلاق دینا شوہر کے اختیار میں ہے، عورت طلاق کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اس کے مطالبے کی جائز اور شرعی وجوہات کی صورت میں عدالت شوہر کے خلاف مقدمہ کرے گی۔ عدالت از خود طلاق نافذ نہیں کر سکتی۔ [49]

آصف فاروقی نے عائلی قوانین میں تبدیلی پر اختلافات کے بارے میں لکھا ہے کہ:

پاکستان کی حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل کی ان سفارشات سے لا تعلقی کا اظہار کیا ہے جن عورت کو تنسیخ نکاح سمیت کئی طرح کے حقوق دیے جانے کی باتیں کی گئی ہیں۔ ملک کے مختلف مکاتب فکر کے علما نے کونسل کی ان سفارشات کو متنازع قرار دیا جس کے بعد حکومت نے اسلامی نظریاتی کونسل کو عائلی قوانین میں بعض اہم تبدیلیوں کی طرف توجہ دلائی ہے جس میں سر فہرست عورت کی جانب سے تین ماہ میں طلاق کا مطالبہ نہ ماننے کی صورت میں ان کے درمیان نکاح منسوخ تصور کیے جانے کی شق ہے۔۔۔ قومی اسمبلی میں پاکستان مسلم لیگ کے رکن حاجی فضل کریم نے یہ معاملہ ایوان میں اٹھاتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے سربراہ نے نکاح اور طلاق کے بارے میں نئے نظریات کا پرچار کیا ہے، جو اسلام اور شرع کے منافی ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ نکاح اور طلاق کے طریقہ تبدیلی کی کوشش پر ڈاکٹر خالد مسعود کو ان کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔ جمعیت علماء اسلام کے رکن عطاء الرحمن نے بھی اسی طرح کے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو ان معاملات میں رائے زنی کا حق نہیں۔ مذہبی امور کے وزیر حامد سعید کاظمی نے صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ نکاح اور طلاق کے معاملات پر اسلامی نظریاتی کونسک کی سفارشات کا حکومت سے کوئی تعلق نہیں۔ انہوں نے کہ اس وقت کونسل کے ارکان کی تعداد آٹھ ہے جبکہ اصتعداد بیس ہونی چاہیے اس وجہ سے کونسل ملک کے تمام مکاتب فکر کی نمائندگی نہیں کرتی۔ انہوں نے اعلان کیا کہ حکومت کونسل کے ارکان کی تعداد پوری کر کے اس موالے کو از سر نو غور کے لیے کونسل کو بھجوائے گی۔ [50]

اسلامی نظریاتی کونسل ریاست پاکستان کا ایک آئینی ادارہ ہے۔ اس کا بنیادی فریضہ پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کو اسلامی قانون کی تدوین کے لیے سفارشات پیش کرنا ہے اس میں شبہ نہیں کہ یہ ملک و ملت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے بارے میں جو شکوک و شبہات اس وقت دنیا میں پیدا ہو رہے ہیں ان میں سے بیشتر کا تعلق فقہ و شریعت سے ہے۔ کونسل کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ تمام مسائل کا قرآن و سنت

---

(49) ایضاً ص149-150۔

(50) http-ps://www.bbc.com/.../081118-family-law-marriage-sz.shtml, 12:20 G|MT 17:20 PST.

میں جائزہ لے اور اس کی روشنی میں اپنی سفارشات پارلیمنٹ کو پیش کرے۔ پارلیمنٹ اور تمام حکام بالا کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان سفارشات کو محض کاغذوں میں ہی نہ رہنے دیں بلکہ بحث و تمحیص کے بعد ان کو نافذ کریں۔ اسلامی نظریاتی کونسل اپنی طرز کا وہ واحد ادارہ ہے جو مقاصد پاکستان کی یاد دہانی کرواتا رہتا ہے۔ تاہم 15 نومبر 2008ء کو منظور کی گئی کونسل کی سفارشات پر مذہبی حلقوں میں شدید رد عمل سامنے آیا اور یہ مطالبہ شدت سے دہرایا جانے لگا کہ نظریاتی کونسل کو از سر نو تشکیل دیا جائے۔ اور تمام مکاتب فکر کو نمائندگی دی جائے۔

بعد ازاں کونسل نے اپنے 186 ویں اجلاس منعقدہ 26 مارچ 2012ء میں ان سفارشات از سر نو غور کیا۔ کمیٹی کی طرف سے بیوی کی طرف سے طلاق کے مطالبے والی سفارش پر تجزیہ یہ سامنے آیا کہ یہ سفارش واضح طور پر قرآن و سنت کے احکام کے منافی ہے اور شریعت اسلامیہ میں ایک نئی بات داخل کر کے بیوی کو حق طلاق دینے مترادف ہے۔ عہد نبوی ﷺ سے لے کر تا حال اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی لہذا اس سفارش کو مکمل طور پر حذف کیا جائے۔ اس پر کونسل نے کمیٹی کے رائے سے اتفاق کرتے ہوئے قرار دیا کہ یہ سفارش حذف کر دی جائے۔[51] رکن کونسل جناب سید افتخار حسین نقوی نے اپنے مراسلہ 4 نومبر 2011ء بنام چیئرمین کونسل میں مسلم عائلی قوانین کے بارے میں چند تجاویز دی تھیں اور استدعا کی تھی کہ فیملی قوانین میں تبدیلی لانے اور اسے قرآن و سنت کے مطابق بنانے کے عمل کو اولیت دی جائے۔ انہوں نے خط کے ساتھ مسلم عائلی قوانین پر اعتراضات اور ان کے بارے میں تجاویز پر مشتمل ایک گوشوارہ مرتب کر کے ارسال فرمایا۔ کونسل نے ان تمام تفاصیل کی روشنی میں معزز رکن کی تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے ہدایت کی کہ مسلم عائلی قوانین کا موضوع نہایت اہم ہے اور لوگوں کی اکثریت خلع وغیرہ کے مسائل کے سلسلے میں مشکلات کا شکار ہے۔ عائلی قوانین کے بارے میں کونسل کی گزشتہ سفارشات بھی جمع کی جائیں اور اس موضوع پر ایک مستقل اجلاس منعقد کیا جائے۔[52]

کونسل نے مسلم عائلی قوانین 1961ء پر نظر ثانی کے علاوہ بھی عائلی قوانین پر کام کیا ہے۔ مثلا: کونسل نے قانون پابندی نکاح صغار ۱۹۲۹ء پر اپنے اجلاس منعقدہ ۱۳ فروری ۱۹۸۳ء بصدارت چیئرمین کونسل جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن میں غور کیا۔ عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء کے بارے میں کونسل کی سابقہ ترامیم بھی زیر غور

---

(51) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۱ء-۲۰۱۲ء اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص ۹۱۔

(52) سالانہ رپورٹ ۲۰۱۲ء-۲۰۱۳ء اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص ۶۳۔

آئیں اس ضمن میں قانونی اور شرعی سن بلوغ پر بھی بحث ہوئی۔ کونسل نے اتفاق رائے سے حسب ذیل سفارش منظور کی: اگر لڑکا اور لڑکی شرعاً بالغ ہو جائیں تو قانون کے تحت مقرر کردہ عمر کو پہنچنے سے پہلے ان کو بلدیاتی کونسل کے چیئرمین سے اجازت حاصل کر کے نکاح کی اجازت ہونی چاہیے۔[53]

لاء کمیشن نے ظالمانہ طلاق، اس پر تعزیر اور متعہ طلاق کے بارے میں استفسار کے لیے بذریعہ مراسلہ نمبر 1/87/Plc/Le مورخہ 20 دسمبر 1993ء کونسل کو بھیجا تھا۔ اور اس میں یہ تجویز دی کہ 1961ء کے مسلم عائلی قوانین اور مغربی پاکستان کی عائلی عدالت کے قانون 1964ء میں ترمیم کی جائے۔[54] اس سلسلے میں سابق چیئرمین کونسل مولانا کوثر نیازی (مرحوم) نے کمیشن کی میٹنگ منعقدہ 16 فروروری 1964ء میں شرکت کی اور اس پر جو ملاحظات پیش کیں اس کا خلاصہ یوں ہے کہ: آیا مرد کے طلاق دینے کے حق پر پابندیاں عائد کی جا سکتی ہیں، اس بارے میں اسلامی احکام بالکل واضح ہیں خاوند کے حق طلاق پر کوئی شرائط لاگو نہیں کی جا سکتیں۔ متعہ طلاق پر اسلامی مکاتب فکر میں اخلاف رائے موجود ہے۔ حنفی نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر ازدواجی تعلق قائمنہ ہوا ہو تو نصف مہر مع متاع دینے کا پابند ہے بصورت دیگر لازمی نہیں۔ لہذا موجودہ قوانین میں ترمیم سے متعلقہ کو فائدہ نہیں پہنچے گا۔ البتہ ریاست کو ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہیے کہ وہ مطلقہ بے سہارا عورت کو نان ونفقہ مہیا کرے۔[55] یہ استفسار کونسل کے 133 ویں اجلاس منعقدہ 22 جون 1998ء میں دوبارہ زیر غور آیا اور یہ طے پایا کہ جب شوہر ظلماً طلاق دے تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر شوہر تعزیراً سزا کا مستوجب ہوگا۔ تعزیر کی صورت پر یہ طے پایا کہ مولانا ارشاد الحق اثری صاحب، مولانا غلام رسول سعیدی صاحب اور مولانا عبد المالک صاحب غور وخوض فرما کر مدلل آراء دفتر کو بھیجیں گے۔ کونسل میں اس مسئلے پر دو آراء تھیں ایک یہ کہ تعزیری سزا ہونی چاہیے اور دوسری یہ کہ نہیں ہونی چاہیے۔

بعد ازاں 29 ستمبر 1998ء مذکورہ محترم اراکین کی خدمت میں دوبارہ مراسلہ ارسال کیا گیا جس میں یہ تجویز دی گئی کہ عورت کو طلاق دینے کی صورت میں مطلقہ کے لیے سورہ بقرہ کی آیت 241 ﴿وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ﴾ کی اراکین کی طرف سے مدلل آراء پیش کی گئیں۔ مولانا عبد المالک کی

---

(53) **سالانہ رپورٹ ۱۹۸۲ء–۱۹۸۳ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد۔

(54) دیکھیے متن: **سالانہ رپورٹ ۱۹۹۷ء–۱۹۹۸ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص ۸۳–۸۶۔

(55) ایضاً ص ۸۶–۸۷۔

رائے میں عدالت عدل کا حکم دیتی ہے اگر شوہر عدل نہیں کرتا تو تعزیری سزا کا مستحق ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ طلاق دینا مرد کا حق ہے اس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ لیکن اگر طلاق عورت کو کسی حق سے محروم کرنے کے لیے ہو تو وہ مستحق تعزیر ہو گا۔ متعہ طلاق کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں متعہ الطلاق سے مراد مطلقہ کو عدت کے بعد نان نفقہ نہیں ہے۔ عدت کے بعد تو اس کی حیثیت تو اجنبی کی ہے۔ شوہر کی بجائے ذمہ داری اس کے ماں باپ اور دیگر اور دیگر اقرباء یا پھر حکومت پر ہے۔ مولانا غلام رسول سعیدی صاحب نے کہا کہ مالی جرمانے کے صورت میں تعزیری سزا دینا جائز ہے۔ اور متعہ الطلاق کے بارے میں انہوں نے کہا کہ عمل زوجیت کے بعد طلاق دی گئی تو متاع واجب ہے اور باقی صورتوں میں مستحب ہے۔ اسی طرح مولانا اعشاد الحق اثری صاحب کا کہنا ہے کہ طلاق دینے پر خاوند کو تعزیری سزا کا مستوجب قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اور متعہ کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ اسے وجوب کا درجہ دے کر قانون سازی کی ضرورت ہے تاکہ عورت کی دادرسی ہو سکے۔ کونسل میں اس موضوع پر بحث مکمل نہ ہو سکی، لہذا کونسل کی طرف حتمی فیصلہ آئندہ اجلاس تک ملتوی کر دیا گیا۔ (56)

روزنامہ ڈیلی پاکستان، کراچی کے جائنٹ ایڈیٹر جناب مبشر میر نے اپنے مراسلہ ۱۲ دسمبر ۲۰۰۶ء بنام چیئرمین کونسل کو عدت کی مدت میں اپنی آراء کا اظہار کرتے ہوئے تجویز کیا کہ عموماعدت کی مدت ۹۰ دن ہے۔ اس کا میڈیکل سائنسز کی جدید روشنی میں مطالعہ کیا جائے اور اس مدت کو ختم کر کے عورت کو معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے کا حق دیا جائے۔ بحث و تمحیص کے بعد کونسل کونسل کے شعبہ تحقیق نے یہ رپورٹ تیار کی ا ور تین اراکین کے اختلاف کے ساتھ کثرت رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت کی مدت مقرر کی جاسکتی ہے جبکہ جناب جسٹس (ر) ڈاکٹر منیر احمد مغل، جناب مولانا سید ذاکر حسین شاہ سیالوی اور جناب مولانا عبد اللہ خلجی کی اخلافی رائے یہ کہ: عدت کی مدت منصوص ہے لہذا طبی تحقیقات کی بنیاد پر عدت مقرر نہیں کی جاسکتی۔ (57)

وزارت مذہبی امور کی تحریک پر جب یہ تجویز سامنے آئی کہ ایک سہ ماہی / سالنامہ رسالہ "اجتہاد" کے نام سے شائع کیا جائے تاکہ تحقیقات کو سامنے لایا جاسکے۔ کونسل نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور فیصلہ کیا کہ یہ رسالہ

(56) **سالانہ رپورٹ ۱۹۹۷ء–۱۹۹۸ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص ۱۱۶۔

(57) **سالانہ رپورٹ ۲۰۰۶ء–۲۰۰۷ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص ۱۱۸۔

سہ ماہی ہو گا۔ بعد میں کونسل نے اپنے 156 ویں اجلاس منعقدہ 22-23 نومبر 2004ء میں فیصلہ کیا کہ رسالہ اجتہاد سالنامہ کے طور پر شائع کیا جائے گا۔[58] دسمبر 2012ء میں آٹھواں شمارہ عائلی مسائل، شریعت اسلامیہ اور معاشرتی و تہذیبی مسائل پر شائع کیا گیا۔

مولانا محمد صدیق ہزاروی نے تجویز دی کہ طلاق ثلاثہ کو قابل تعزیر بنانے کے لیے قانون سازی کی جائے تاکہ بیک وقت تین طلاقیں دینے کا راستہ مسدود ہو جائے۔ کونسل نے اس موضوع کو زیر غور لانے کی منظوری دے دی۔[59] کونسل کے 175 ویں اجلاس کے فیصلے کے مطابق کونسل نے ان امور پر غور خوض کے لیے ایک لیگل کمیٹی قائم کی جو زیر بحث معاملے کے تفصیلی پیپرز تیار کر کے دلائل دے گی۔[60]

اس کے بعد لیگل کمیٹی نے یہ تجویز پیش کی کہ عائلی قوانین کی دفعات 4، 5، 6، 7، 8 کا فیصلہ شریعت کورٹ نے کر دیا ہے جو کہ چھپ چکا ہے، وفاقی شریعت کورٹ کا یہ فیصلہ سپریم کورٹ میں ابھی زیر سماعت ہے۔ اصولی طور پر عدالت میں جو فیصلے زیر بحث ہوتے ہیں، ان پر کوئی رائے نہیں دی جا سکتی اور ادب کا بھی یہی تقاضا ہے۔ کونسل نے اس تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے سپریم کورٹ کا فیصلہ آنے تک اس مسئلے پر غور ملتوی کر دیا۔[61]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ مقالہ ہذا میں اسلام کے عائلی قوانین کے نفاذ میں اسلامی نظریاتی کونسل کے کردار کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کونسل کی سفارشات گہرے غور و فکر کے بعد اور کونسل کے ممبران کے وسیع تجربے کی روشنی میں مدون کی گئی ہیں۔ کونسل کی سفارشات صرف قوانین میں تبدیلی سے متعلق ہی نہیں بلکہ ان میں عملی تجاویز بھی شامل ہیں۔ افسوس کہ کونسل کی اکثر سفارشات صرف فائلوں میں بند ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی حیثیت پاکستانی آئین کے مطابق بحال کی جائے یہ اس صورت میں ہو گا جب حکومت پاکستان اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کو اہمیت دے اور انہیں ملک میں نافذ کرنے کی کوشش کرے۔

☆☆☆

---

(58) **سالانہ رپورٹ 2004ء–2005ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 268۔

(59) **سالانہ رپورٹ 2009ء–2010ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 25۔

(60) ایضاً، ص ۱۲۲۔

(61) **سالانہ رپورٹ 2009ء–2010ء** اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد، ص 196۔